جملہ حقوق؟

اگر مصنف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے نگاہ بصیرت سے نوازا ہے اور یہ شعور عطا کیا ہے کہ اُس نے باطل کے دام فریب ومکر کو جستجوئے بسیار کے بعد تلاش کر ہی لیا ہے۔ اور باریک بینی سے گھن کو چن چن کر گندم سے علیحدہ کیا ہے۔ تو اسے اپنے تک محدود رکھنا نہ صرف دینی بخل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہنی صلاحیت قوت بصرت اور قلم پکڑنے کی طاقت کا کفران ہے۔ اس کتاب کے مندرجات کا کوئی بھی حصہ ہر کوئی شائع کرسکتا ہے۔ یہ اللہ کے صحیح دین کو اُس کے بندوں تک پہنچانے کی ایک کوشش ہے۔ البتہ ''آتش انتقام کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

وطن عزیز میں ایک سے ایک بڑھ کر صاحبان علم فہم وفراست کے پیکر موجود ہیں مگر وہ ماضی (خاص کر دینی معاملات) کے دھندلکوں میں جھانکنے سے کتراتے ہیں۔ بالکل اُس لے پالک بچے کی طرح جو اپنے ماضی کی کھوج سے گھبراتا ہو کہ کہیں کسی ناجائز حرامکاری سے تعلق نہ نکل آئے۔ لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ گزرنے دو جس طرح گزر رہی ہے۔ یہ بجا رجحان نہیں ہے۔ آخر میں قارئین سے یہ التجا ہے کہ اگر آپ کو ہماری یہ سعی (آتش انتقام) پسند آئی ہو تو مصنف کے علاوہ اُن تمام حضرات کے لئے دعا فرمائیگا جنہوں نے اس کار خیر میں مدد فرمائی۔

ایچ۔ اے۔ بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل یہ دنیا مکمل طور پر وحی کی روشنی سے محروم تھی اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حضرت علامہ کی زبان میں ۔

کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر

ایسے دور میں اللہ کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ یہ دنیا اللہ کے نور سے جگمگا اٹھی ہر چیز کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ سانپ سانپ نظر آنے لگا اور رسّی رسّی۔ چاروں طرف دکانداریاں چل رہی تھیں، یہود کہانت میں کما رہے تھے، عیسائی گناہوں کے معافی نامے بیچ کر کما رہے تھے۔ جس طرح کسی پسماندہ بستی میں عطائیوں کی اجارہ داری ہوتی ہے اگر وہاں کوئی مستند ڈاکٹر آ جائے تو عطائیوں کا کاروبار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور انہیں روٹیوں کے لالے پڑ جاتے ہیں تب وہ مختلف ہتھکنڈوں سے مستند ڈاکٹر کو نیچا دکھانے کی تگ ودو میں لگ جاتے ہیں بعینہٖ یہی کچھ اللہ کے آخری رسولؐ کے ساتھ ہوا۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد چار دشمنوں کا حلقہ تھا، یہود، نصاریٰ، قریش مکہ اور مجوسی سلطنت، ایران کی فتح کے بعد وہ بھی ان دشمنوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ اس کتاب میں زیادہ وضاحت اور روشنی آخر الذکر پر ڈالی گئی ہے۔

یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹانے اور اپنے پیغمبر اور دین کی شان بڑھانے کے لئے یہ افسانہ گھڑا کہ ''ان کے رسولؐ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے قبلہ اول بیت المقدس ہے۔ بعد میں تحویل کعبہ کا حکم آیا۔ تو کعبہ ابراہیمی کی طرف رخ کیا گیا۔ اس افسانے سے مسلمانوں کے قبلے کی شان گھٹانا مقصود تھا اور بیت المقدس کو اہمیت دی گئی تھی۔ اللہ نے فیصلہ کن قول کے ذریعہ اس کی تردید فرمائی کہاان اول بیت وضع للناس للذی ببکه مبارکاً (۳/۹۶) پہلا گھر جو لوگوں کے لئے

وضع کیا گیا وہ وہی مبارک گھر ہے، جو مکہ میں ہے۔ کعبہ کی اہمیت توجہ کیوجہ سے ہے کیا بیت المقدس کو یہ اہمیت کبھی حاصل رہی ہے؟ کبھی نہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ رب کی بات (زمین پر پہلا گھر اللہ کا مکہ میں ہے) کو مسلمانوں نے قابل توجہ نہیں سمجھا اور اسرائیلیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ بیت المقدس کو قبلہ اول کہتے ہیں۔

واقعہ معراج میں مذکور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پچاس نمازیں لے کر چلے آئے۔ کسی کو احساس ہی نہیں ہوا نہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کہ پچاس نمازیں زیادہ ہیں انہیں کم کرنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ کو احساس ہوا انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ فوراً جایئے اور کم کروایئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پانچ بار گئے اور پچاس سے پانچ کروا کر لائے۔ اس روایت سے حضرت موسیٰ کی دانشمندی کو اللہ پر بھی فوقیت دی گئی۔ یعنی حضرت موسیٰ اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ہشیار تھے، اس لئے اللہ نے اپنے غلط فیصلے کو تبدیل کیا (نعوذ باللہ من ذالک)

عیسائی کیوں پیچھے رہتے انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اپنے ایک عالم دین (ورقہ بن نوافل) کا عطیہ ثابت کیا۔ اور کہا کہ آپ کے نبی پر ہمارے نبی کی بزرگی تو اس سے ثابت ہے کہ ہمارا نبی تو بغیر باپ کے ہے اور زندہ ہے، اُن کے علاوہ اور کوئی پیغمبر زندہ نہیں ہے۔ تو نبوت تو زندہ کی چلے گی جو گئے سو گئے۔

ہم نے ان کی یہ سب باتیں تسلیم کر لیں۔ کہ بلاشبہ ہم ممنون احسان ہیں ورقہ بن نوافل کے کہ اسی کو پتہ چلا اور اسی نے ہمارے نبی پر انکشاف کیا کہ انہیں نبوت سے نوازا گیا ہے۔ اور ہم نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ عیسیٰ بن باپ کے ہیں اور وہ زندہ جاوید ہیں آسمانوں میں مقیم ہیں اور قرب قیامت میں آئیں گے۔ اگر کوئی مسلمان ان باتوں کو نہ مانے تو وہ کافر، مرتد، زندیق اور لائق گردن زدنی قرار پائے گا۔

رہے مجوسی ایرانی تو انہوں نے قرآن کریم کی جگہ ہمیں روایات میں الجھا دیا، دین کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ زرتشتی نماز ہم پر فرض کرنے کے لئے معراج ایجاد کیا گیا۔ معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس تک براق کے ذریعے گئے جس کا سر عورت کا تھا اور دھڑ گھوڑے کا تھا، وہاں سے سیڑھی کے ذریعہ عرش تک گئے۔ اللہ سے ملاقات کی اور پچاس نمازیں لے کر آئے تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ عرش پر جانے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اللہ نے تو بڑی وضاحت سے اپنا پتہ بتا دیا تھا کہ واذا سالك عبادی عنی فانی قریب (۲/۲۸۶) اگر تم سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو کہو میں قریب ہوں۔ کہو نحن اقرب الیہ من حبل الورید (۵۰/۱۶) ہم ان کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ و ھو معکم این ما کنتم (۵۷/۴) وہ تو تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

اللہ تو محسوسات اور مادی پیکر و شکل سے ماوراء ہے کوئی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ مادی وجود کو رہائش کے لئے جگہ درکار ہوتی ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہم کلامی ضروری تھی وہ وحی کے ذریعہ ۲۳ سال تک جاری رہی۔ اللہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے خود کہلوایا کہ قل انا بشر مثلکم یو حیٰ الی...... (۱۸/۱۱۰) ان سے کہو میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں صرف یہ کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اسی وحی کے ذریعہ اللہ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایات دیتا رہا اور دیکھنے کی قدرت بھی تھی۔ پھر آسمان پر بلانے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ یہ تمام یہود و نصاریٰ اور ان کے برادر مجوسیوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ جزاک اللہ کہ بیگ صاحب نے بڑے خوب صورت انداز میں اس سازش کا انکشاف کیا ہے۔

پروفیسر عاصم چغتائی

آتشِ انتقام

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ (۳/۱۱۸) بغض ونفرت کے بعض جذبات کبھی کبھی ابھر کران کی زبان تک آ جاتے ہیں۔لیکن وہ حسد اور انتقام کی اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جوان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے۔

یہ قدرت کا قانون ہے کہ ہرعمل کا ردعمل ہوتا ہے۔فتح ایران کے بعد اُس کا ردعمل بھی ہونا تھا۔ایرانیوں نے مسلمانوں سے اتنا شدید انتقام لیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔اسلام نے آکر ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ایران کو فتح کرلیا،عرب مال ومتاع اٹھا کر لے گئے،ایران کا بادشاہ یزدگرد جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا تھا۔جب وہ پن چکی میں روپوش تھا (بعد میں ایک دہقان نے چور سمجھ کر کدال سے اسے ختم کیا) تو اہل اساورہ (سونے کے کنگن پہننے والے دانشور) ملنے گئے کہا ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ شاہ نے کہا میں حیران ہوں کہ ان بھوکے ننگے فاقہ زدہ عربوں نے ہم پر فتح کیسے پائی؟ تم لوگ جاؤ اوران کی کالونیوں میں اُن کے ساتھ رہو یہ بہانہ کرو کہ ہم اسلام کا بغور مطالعہ کرنا چاہتے ہیں،اس کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔وہاں پتہ چلاؤ کہ اہل فارس سے ہمیشہ شکست کھانے والے عرب آخر کس طرح،کن وجوہات کی بنا پر ہم پر غالب آئے۔پھر اس کا توڑ تلاش کرو اور انہیں مات دو۔

عجمی سازش۔ساسانی بادشاہوں کے (۲۰) فدائین تھے جنگ قادسیہ اور جنگ مدائین کے درمیان ان میں سے (۱۵) فدائی زندہ بچ گئے ان لوگوں نے سمرقند میں خاقان چین کی پناہ میں اکٹھے ہوکر جو منصوبہ سازی کی وہ کچھ اس طرح تھی (میزان الفارس حجۃ اللہ موسوی)

(۱) مفتوحہ سلطنت ایران کے کئی ہزار باشندے اسلامی سلطنت کے اہم شہروں میں مثلاً۔مدینہ،مکہ،دمشق،صنعا وغیرہ میں جا بسیں،وہاں وہ مقامی امیروں کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام لے آئیں۔

(۲) مملکت اسلامیہ کی جاسوسی ان کا مشن ہو اور وہ حالات سے اِن فدائین کی کمیٹی کو آگاہ کرتے رہیں۔جو فارسی زبان میں اہل اساورہ کہلاتے تھے۔دربار نے انہیں اعزاز کے طور پر سونے کے کنگن دیئے تھے۔

(۳) ان دراندازوں (Infiltrators) کے لئے عربی زبان میں مہارت حاصل کرنا ضروری تھا۔

(۴) تاریخ روما اور فارس اور عرب معاشرہ سے واقفیت بھی ان کے لئے ضروری تھی اور اکثر افراد ایسے چنے گئے تھے جو ہنرمند تھے۔کتابت،حساب کتاب،لوہار،سنار،بڑھئی اور طب کے پیشوں میں تربیت یافتہ تھے۔

(۵) ان خصوصیات کی بنا پر بظاہر مسلمان لیکن درحقیقت پارسی دراندازوں نے مکہ، مدینہ،مصر،عراق،شام کوفہ اور بصرہ میں اپنے اپنے شعبوں میں آگے بڑھنا تھا۔اور حکومت کے حساس محکموں میں اپنے لئے عہدے حاصل کرنے تھے۔یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔

چین میں بیٹھ کر ان لوگوں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ قابل داد ہے۔ ان کے اصل محاذ دو تھے، ایک مسلم حکومت کی مرکزیت کو کمزور کرنا۔ سادہ الفاظ میں خلفائے اسلام کو یکے بعد دیگرے قتل کرنا۔ دوسرا مشن نظریاتی تھا کہ مسلمانوں سے ان کا قرآن چھڑایا جائے۔ بزرسمرقندی جو خسرو پرویز کا مشیر خاص تھا اساورہ کی کمیٹی کا صدر تھا اور بوڑھا مرزبان نائب صدر، یہ دونوں جہاندیدہ اور تجربہ کار بھی تھے اور سیاست میں بھی ماہر تھے۔

یہ جذبہ لے کر ایرانی دانشور مسلمانوں میں آ کر گھل مل کر رہنے لگے۔ ایران کا شکست خوردہ گورنر جب پابہ سلاسل حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تھا تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے ہرمزان! کہ اس سے پہلے جب بھی عربوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو تم نے اُن کو آسانی سے پسپا کیا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ عرب پورے ایران کو فتح کئے دے رہے ہیں اور تم میرے سامنے پابہ سلاسل کھڑے ہو۔ اور تمہارا بادشاہ مارا مارا جان بچاتا پھر رہا ہے؟ ہرمزان نے کہا کہ بات بالکل واضح ہے۔ پہلے کے جنگوں میں ایک طرف عرب ہوا کرتے تھے، اور دوسری طرف ایرانی، تنہا عربوں کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ مگر اس بار ایک طرف ایرانی تھے دوسری طرف عرب اور اِن کا رب تھا۔ تو دو کا مقابلہ ممکن نہ تھا۔

بلاشبہ ہرمزان نے سچ کہا تھا۔ رب کا بھی یہی فرمان ہے۔ ان اللہ مع المومنین (۸/۱۹) بلاشبہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ اور و کان حقاً علینا نصر المؤمنین (۳۰/۴۷) مومنین کی فتح میں مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ ایرانی اس حقیقت کو پا گئے تھے کہ جب تک عربوں کے ساتھ اللہ ہے ہم ان پر فتح نہیں پا سکتے۔ لہٰذا اُن سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ ان سے اللہ کا ساتھ چھڑایا جائے۔ اِنہیں تنہا کیا

جائے (رب بہ نفس نفیس عربوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ نہیں کھڑا ہوتا تھا، اُس زمانے میں مسلمان اللہ کی کتاب کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے) طے یہ پایا کہ ان سے اللہ کی کتاب علیحدہ کی جائے۔ علامہ اقبال اسے عجمی سازش کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فتح ایران کے بعد یہ نہیں ہوا کہ ایران مشرف بہ اسلام ہوا بلکہ اسلام کو عجمی رنگ میں رنگ دیا، گویا ڈبو دیا۔ کاش ایران فتح نہ ہوتا۔

تحریف دین کی ابتداء ایران سے ہوئی اور جن غیر قرآنی نظریات، تصورات اور معتقدات سے یہ اب مرکب ہے اِن کا زیادہ تر حصہ بھی قدیم ایرانی (مجوسی) مذہب اور تمدن پر مشتمل ہے۔ تقریباً یہی کچھ امین احمد المصری بھی کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے:

> ایرانیوں کی اکثریت مسلمان ہوگئی اور انہوں نے عربی سیکھ لی حتیٰ کہ دوسری ہی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو عربوں کی طرح بے تکان عربی بول سکتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں عربوں کے برابر ہو گئے تھے۔ ان کے عقائد عربوں کی طرح نہیں تھے۔ ان کی تمنائیں، آرزوئیں، جذبات اور رجحانات عربوں کی طرح نہیں تھے۔ اور نہ ہی ان کی عقلیت عربوں کی طرح تھی۔ انہوں نے اسلام کو قبول تو کیا، مگر اسلام کو ایرانی رنگ میں رنگ دیا۔ وہ اپنے پرانے دین کے جملہ عقائد و تقالید سے الگ تھلگ نہیں ہوئے۔ جس قدر ان کا پرانا مذہب (جس پر ان کی قوم پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھی) انہیں سمجھنے کی اجازت دیتا تھا، عمل کیا۔ اس پرانے دین کے عقائد و تقالید میں وہ جوان اور بوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عربی سیکھ لی لیکن وہ اپنی قوم کے شِعار، امثال اور حِکم کو نہیں بھلا سکتے تھے۔ اسلام میں ان اثرات کا واضح ترین نمونہ تشیع